انسانی اعضاء کی پیوند کاری

Transplantation Of Human Organs

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

اِس وقت انسانی دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، لبلبے (Pancreas)، آنکھ کے قرنیہ (Cornea) اور ہڈی گوشت وغیرہ کی پیوند کاری کی جارہی ہے۔ یہ اعضاء عطیہ کرنے والے کی موت پر تو حاصل ہوتے ہی ہیں لیکن ایک آدمی اپنے جگر کے ایک ٹکڑے عموماً (Right Lobe) کا اور اپنے ایک گردے کا عطیہ اپنی زندگی میں بھی کرتا ہے۔ جس شخص کا کوئی عضو ناکارہ ہوگیا ہو اور وہ کسی بھی طریقے سے دوسرے سے وہ عضو حاصل کرتا ہے اس کے لیے اور اس کے متعلقین کے لیے پیوند کاری کی حلت و حرمت کا مسئلہ نہ صرف اہم بلکہ انتہائی جذباتی بھی بن جاتا ہے۔ ہمارے دور میں اِس مسئلہ میں دو متضاد قول سامنے آئے ہیں، ایک حرمت کا جو کہ عام طور سے پاکستان و ہندوستان کے علماء کا ہے اگرچہ اب کچھ حضرات بعض پابندیوں کی قید لگاتے ہوئے حلت کے قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ دوسرا قول حلت کا ہے جو عام طور سے مصر و عرب کے علماء کا رہا ہے۔ ہم پہلے دونوں کے دلائل ذکر کرتے ہیں اُس کے بعد اِن میں سے کمزور قول کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے۔

عدمِ جواز کے دلائل :

1۔ زندہ انسان اپنے جسم اور اعضاء کا خود مالک نہیں ہے اور وہ اِن میں مالکانہ تصرفات نہیں کر سکتا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

i- خودکشی حرام ہے :

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ فِی الدُّنْیَا

عُذِّبَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.(مسلم)

''ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں اپنے آپکو جس شے سے قتل کیا اُسی شے سے وہ قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا''۔

ii- کسی عضو کا بگاڑنا بھی حرام ہے :

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا ھَاجَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ھَاجَرَ اِلَیْہِ الطُّفَیْلُ بْنُ عَمْرٍو وَھَاجَرَ مَعَہٗ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِہٖ فَاجْتَوَوُاالْمَدِیْنَۃَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَأَ خَذَ مَشَاقِصَ لَہٗ فَقَطَعَ بِھَا بَرَاجِمَہٗ فَشَخَبَتْ یَدَاہُ حَتّٰی مَاتَ فَرَاٰہُ الطُّفَیْلُ بْنُ عَمْرٍو فِیْ مَنَامِہٖ فَرَاٰہُ وَھَیْئَتُہٗ حَسَنَۃٌ وَرَاٰہُ مُغَطِّیًا یَدَیْہِ فَقَالَ لَہٗ مَاصَنَعَ بِکَ رَبُّکَ فَقَالَ غَفَرَلِیْ بِھِجْرَتِیْ اِلٰی نَبِیِّہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَہٗ مَالِیْ أَرَاکَ مُغَطِّیًا یَدَیْکَ قَالَ قِیْلَ لِیْ لَنْ نُصْلِحَ مِنْکَ مَا أَفْسَدْتَّ فَقَصَّھَا الطُّفَیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلِیَدَیْہِ فَاغْفِرْ. (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب نبی علیہ السلام نے مدینہ (منورہ) کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ کی طرف حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی اور اُن کے ساتھ اُن کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب وہوا اُن کو راس نہ آئی اور وہ شخص بیمار ہو گیا اور (بیماری سے) اتنا پریشان ہوا کہ مجبور ہو کر اُس نے اپنے تیر کے پھل سے اپنی اُنگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اُس کے ہاتھوں سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اُس کو خواب میں دیکھا کہ وہ اچھی ہیئت میں ہے اور دیکھا کہ اُس نے اپنے ہاتھوں کو ڈھانپ رکھا ہے۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا کہ (تمہارے مرنے کے بعد) تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اُس

نے جواب دیا کہ اپنے نبی ﷺ کی طرف میری ہجرت کی وجہ سے میری بخشش کر دی، پھر انہوں نے اُس سے پوچھا کہ کیا بات تم نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپ رکھے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ جو تم نے خود کاٹ کر بگاڑے ہیں ہم ان کو دُرست نہ کریں گے اور چونکہ وہ درست نہیں ہوئے اس لیے میں اِن کو ڈھانپے ہوئے ہوں۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی تو رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی کہ (اے اللہ) اِس شخص کے ہاتھوں کو بھی بخشش دیجئے''۔

مذکورہ بالا ضابطہ کی بنیاد پر مندرجہ ذیل مسائل بھی اخذ کیے گئے ہیں۔

(i) لحم الانسان لایباح فی الاضطرار .(ردالمحتار ص ۲۲۷ ج ۵)

'' اضطرار کی حالت میں بھی انسان کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے''۔

(ii) لا یجوز التداوی بشیء من الآدمی الحی اکراما له (شرح السیر الکبیر)

'' اکرام کی وجہ سے زندہ آدمی کے کسی جزو کو بھی بطورِ دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے''۔

(iii) خاف الموت جوعا وان قال له الآخر اقطع یدی وکلها لا یحل (ردالمحتار ص ۲۲۲ ج ۵)

''جس شخص کو بھوک کی وجہ سے موت کا خوف ہو، اگر اُس کو کوئی دوسرا یہ کہے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو تو اُس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے''۔

پیوندکاری کے لیے جب معطی (Donor) کا عضو مثلاً آنکھ یا گردہ نکالا جائے گا تو ظاہر ہے کہ جسمانی ہیئت بگڑے گی جس کی اجازت حدیث کی رُو سے جائز نہیں۔

2- آدمی مردہ ہو تو شریعت نے اُس کے اکرام کا بھی حکم دیا ہے۔

i- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ

جُیُوْشَہٗ قَالَ......لَا تُمَثِّلُوْا. (احمد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب اپنے لشکر روانہ کرتے تھے تو اُن کو یہ (بھی) فرماتے تھے کہ (لاش کا) مثلہ نہ کرنا (کہ اُس کے ناک، کان یا دیگر اعضاء کاٹنے لگو)۔

ii- قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَسْرُ عَظْمِ الْمَیِّتِ کَکَسْرِ عَظْمِ الْحَیِّ. (ابو داؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردہ کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا''۔

پیوند کاری کے لیے مردہ جسم سے اعضاء نکالنا اُس کے اکرام کے خلاف بھی ہے اور اِس میں مثلہ بھی ہے جو نا جائز ہے۔

3- کسی دوسرے انسان کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں۔

i- عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ . (بخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے انسان کے بال لگانے والی پر اور لگوانے والی پر لعنت فرمائی ہے''۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو نا جائز سمجھنے والے کہتے ہیں کہ پیوند کاری میں مذکورہ بالا تینوں ہی باتوں کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

(i) معطی کا عضو مثلاً آنکھ یا گردہ نکالا جائے گا تو جسمانی ہیئت بگڑے گی۔

(ii) اس میں جسمِ انسانی کی بے اکرامی بھی ہے اور اس کا مثلہ بھی ہے۔

(iii) دوسرے کے بالوں کی پیوند کاری پر لعنت ہوئی ہے۔ بال جسم کا ایک عضو ہے اور قرنیہ، گردے، جگر اور دِل وغیرہ بھی جسم کے اعضاء ہیں۔ ایک کی پیوند کاری میں لعنت کی وجہ صرف یہ بنتی ہے کہ دوسرے کے عضو کا

استعمال ہے ورنہ اگر زینت اور تحسین اِس کی وجہ ہوتی تو مصنوعی بال یا جانوروں کے بال لگانے میں بھی لعنت ہوتی جو کہ نہیں ہے۔

ان باتوں کی وجہ سے یہ حضرات کہتے ہیں کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری بالکل ناجائز ہے اور اضطرار کی حالت میں بھی جائز نہیں۔

جواز کا قول کرنے والوں کے اقوال اور دلائل اور اُن کے جواب

1۔ زندہ و مردہ کے اعضاء لینے کا جواز :

جو لوگ زندہ مردہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے قائل ہیں اُن کے پاس اِس کے جواز کی صرف ایک دلیل ہے یعنی مصالح مرسلہ میں سے ہونا یعنی ایسے کام جن میں جان یا مال یا دین یا عقل یا نسل کی حفاظت کا فائدہ ہو اور خاص اُن کاموں کے خلاف کوئی شرعی نص موجود نہ ہو، وہ جائز ہوتے ہیں۔ موضوع سے مناسبت رکھنے والی جو چند مثالیں یہ لوگ پیش کرتے ہیں، وہ یہ ہیں :

(i) جنگ میں اگر کافر مسلمان قیدیوں کو اپنی ڈھال کے طور پر اپنے سامنے کرلیں تاکہ مسلمان فوج اپنے مسلمانوں کے مرنے کے خوف سے حملہ کرنے سے باز رہیں اور خود کافر آزادی سے مسلمانوں پر حملہ کرکے اُن پر غلبہ حاصل کرلیں ۔ اِس صورت میں مسلمان فوج یہ دیکھ کر کہ کافر غلبہ پالیں گے تو تمام مسلمانوں کی جان و مال اور دین کا نقصان ہوگا اور تقریباً یقینی ہے کہ فتح کے بعد کافر اِن مسلمان قیدیوں کو بھی قتل کردیں گے تو ایسی صورتحال میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کے مفاد کی خاطر وہ اِن تھوڑے سے مسلمان قیدیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے کافروں پر حملہ جاری رکھے اور بیچ میں مسلمان قیدیوں کے قتل ہونے کی پروا نہ کرے۔

(ii) جنین کی اتنی عمر ہوچکی ہے کہ وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اُس وقت اگر حاملہ مرجائے اور جنین زندہ ہو تو حاملہ کے پیٹ کو چاک کرکے جنین کو نکال لیں گے۔

(iii) ایک شخص دوسرے کی سونے کی ڈلی یا قیمتی ہیرا نگل گیا۔ اگر اُس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں ہے

تو میت کے پیٹ کو چاک کر کے وہ قیمتی چیز نکال کر مالک کے سپرد کریں گے۔

اِن حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تینوں کام ایسے ہیں کہ جن میں جان اور مال کی حفاظت ہے اور خاص اِن کاموں کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں کوئی شرعی نص موجود نہیں ہے۔

مذکورہ بالا دلیل کا جواب :

ذرا غور کیا جائے تو یہ دلیل ہی درست نہیں۔ اِس کا بیان یہ ہے :

موجودہ دور کے نامور عرب عالم علامہ وہبہ زحیلی مصالح مرسلہ کی یہ تعریف لکھتے ہیں :

هی الاوصاف التی تلا ئم تصرفات الشارع ومقاصده ولکن لم یشهد لها دلیل معین من الشرع بالاعتبار او الالغاء ویحصل من ربط الحکم بها جلب مصلحة اودفع مفسدة عن الناس (اصول الفقه الاسلامی ص۷۵۷)

''مصالح مرسلہ وہ اوصاف ہیں جو شارع کے تصرفات اور (دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت کے) مقاصد سے مناسبت رکھتے ہیں لیکن اِن کے اعتبار کرنے یا نہ کرنے کی کوئی متعین شرعی دلیل موجود نہ ہو اور اُن کے ساتھ حکم کو وابستہ کرنے سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ نقصان سے بچتے ہیں''۔

پھر مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کی تین شرائط ہیں جو خود علامہ وہبہ زحیلی کے الفاظ میں یہ ہیں :

(i) ان تکون المصلحة ملا ئمة لمقاصد الشرع بحیث لا تنا فی اصلا من اصوله ولا تعارض نصا او دلیلا من ادلته القطعیة بل تکون متفقة مع المصالح التی قصد الشارع الی تحصیلها وبان تکون من جنسها ولیس غریبة عنها وان لم یشهد لها دلیل خاص بها.

'' وہ مصلحت مقاصد شرع کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو اِس طرح سے کہ نہ تو شریعت کے کسی

اصول کے منافی ہو اور نہ کسی شرعی نص یا کسی قطعی شرعی دلیل کے معارض ہو بلکہ شارع نے جن مصلحتوں کی تحصیل کا قصد کیا ہے اُن کے موافق ہو اور اُن کے ہم جنس ہو اور اُن کے غیر مناسب نہ ہو اگرچہ اُس کے مصلحت کے حق میں کوئی مخصوص دلیل نہ ہو"۔

(ii) ان تکون معقولة فی ذاتها جرت علی الاوصاف المناسبة المعقولة التی یتقبلها العاقل بحیث یکون مقطوعا ترتب المصلحة علی الحکم ولیس مظنونا ولا متوهما .

"وہ مصلحت فی ذاتہ عقل میں آنے والی ہو اور اُن مناسب اوصاف میں سے ہو جن کو کسی عاقل کی عقل قبول کرتی ہو اور حکم پر مصلحت کا ترتب قطعی و یقینی ہو، نہ ظنی ہو اور نہ وہمی ہو"۔

(iii) ان تکون المصلحة التی یوضع الحکم بسببها عامة للناس ولیس لمصلحة فردیة اوطائفة معینة لان احکام الشرع موضوعة لتطبیق علی الناس جمیعا فمثلا قتل مسلم تترس به الکفار فی قلعة لا یصح تجویزه متی امکن حصار هم ولا یخشی منهم التسلط علی بلاد المسلمین .

" وہ مصلحت جس کی وجہ سے حکم لگایا گیا ہے لوگوں کے لیے عام ہونی چاہیے کسی ایک خاص فرد یا ایک جماعت کے ساتھ مخصوص نہ ہو کیونکہ شرعی احکام تو سب لوگوں کے لیے ہوتے ہیں لہٰذا کافر فوج اگر قلعہ میں ہو اور کسی مسلمان قیدی کو اپنی ڈھال بنالے تو جب تک کافروں کا محاصرہ کرنا ممکن ہو اور اُن کا مسلمان علاقوں پر تسلط حاصل کرنے کا خوف نہ ہو، مسلمان فوج کے لیے اِس مسلمان قیدی کو قتل کرنا جائز نہیں"۔

ان تینوں شرطوں کو علامہ وہبہ زحیلی نے مختصر طور پر یوں لکھا :

ان تکون مصلحة حقیقیة لا وهمیة بحیث یجلب بها نفع او یدفع بها ضرر والا یعارض العمل بهذه المصلحة حکما او مبدء ا ثبت بالنص او

الاجماع و ان تکون مصلحة عامة بحیث تجلب النفع لا کبر عدد من الناس (اصول الفقه الاسلامی ص ۸۰۰)

''وہ مصلحت حقیقی و واقعی ہو، موہوم نہ ہو، اس طرح سے کہ اُس سے فائدہ حاصل ہوتا ہو یا نقصان کو دُور کیا جاتا ہو اور اُس مصلحت پر عمل نص یا اجماع سے ثابت ہونے والے کسی حکم یا مبداء کے مخالف نہ ہو اور مصلحت عام ہو کہ اس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو نفع پہنچتا ہو''۔

ان تینوں شرائط کو سامنے رکھا جائے تو جواز کے قائلین کی دی ہوئی مذکورہ بالا کوئی بھی مثال درست نہیں بنتی کیونکہ اِن میں سے ہر ایک مثال مصالح مرسلہ کے موثر ہونے کی تین شرائط میں سے پہلی ہی شرط کے منافی ہے۔ پہلی شرط میں یہ بات شامل ہے کہ مصلحت شریعت کے کسی اصول کے منافی نہ ہو اور شریعت کی کسی نص اور دلیل قطعی کے مخالف نہ ہو۔ جبکہ ذکر کردہ ہر مثال شریعت کے اِس اصول کے منافی ہے کہ مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ اُس کی حفاظت اور اُس کا احترام واجب ہے اور یہ اصول چونکہ نصوص سے ثابت ہے اِس لیے مذکورہ مصالح شرعی نص کے مخالف بھی ہیں۔

سعودیہ کے کبار علماء کے ایک بورڈ نے جو خود انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو مصلحت مرسلہ شمار کر کے اس کو جائز کہتا ہے، یہ لکھا ہے :

ثبتت عصمة دم المسلم بالکتاب و السنة و اجماع الامة فلا یحل لاحد ان یسفك دم مسلم اویجنی علی بشرته او عضو من اعضائه الا اذا ارتکب من الجرائم یبیح ذالك منه او یوجبه شرعا کان یقتل مومنا عمدا عدوانا او یزنی وهو محصن او یترك دینه ویفارق الجماعة او یحارب اللّٰه ورسوله ویسعی فی الارض فسادا و نحو ذلك مما اوجبت الشریعة فیه قصاصا او حدا او تعزیرا. (حکم تشریع جثة المسلم ۹)

'' مسلمان کے خون کی عصمت قرآن سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہے لہٰذا کسی کے

لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کا خون بہائے یا اُس کی کھال یا اُس کے کسی عضو پر کوئی جنایت کرے مگر جبکہ وہ کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جواز روئے شرع ایسی جنایت کو جائز یا واجب کردے مثلاً کسی مسلمان کو جان بوجھ کر سرکشی سے قتل کرے یا محصن ہونے کی حالت میں زنا کرے یا اپنے دین کو ترک کردے اور مسلمانوں کی جماعت سے جدائی اختیار کرلے یا اللہ اور اُس کے رسول سے لڑائی اختیار کرے اور زمین میں فساد کرے وغیرہ، جس میں شریعت قصاص یا حد یا تعزیر کو واجب کرتی ہے''۔

کما وردت نصوص کثیرة فی تکریمه ورعایة حرمته بعد موته ففی سنن ابی داؤد وغیره ان النبی ﷺ قال کسر عظم المیت ککسره حیا.

''جیسا کہ آدمی کی موت کے بعد اُس کی تکریم اور اُس کے احترام کی رعایت کے بارے میں بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں مثلاً سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے کسی زندہ کی ہڈی کو توڑنا''۔

غرض مذکورہ بالا مثالوں میں چاہے کتنا ہی فائدہ ہو لیکن بہرحال وہ مصالح مرسلہ کی مثالیں نہیں بن سکتیں کیونکہ اُن میں یا تو کسی مسلمان کو قتل کیا جارہا ہے یا میت کا پیٹ چاک کیا جارہا ہے جو دین کے اصول اور دین کی نصوص کے خلاف ہے۔

مصالح مرسلہ کی وہ مثالیں جو شرائط پر پوری اُترتی ہیں وہ چند ایک یہ ہیں :

(i) جب بیت المال خالی ہو اور فوجی ضروریات کے لیے رقم نہ ہو تو اُن ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مالداروں پر ٹیکس لگانا جائز ہے کیونکہ اگر وہ ضروریات پوری نہ ہوں گی تو فوج کے سپاہی وغیرہ اپنی کمائی میں لگ جائیں گے اور فوجی ڈسپلن میں نہ رہیں گے، تو باہر سے کافر چڑھ دوڑیں گے اور اندر سے باغی اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اِس طرح سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہوگا جس سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ مالداروں پر اِن ضروریات کا بوجھ ڈال دیا جائے۔

(ii) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک مصحف پر لوگوں کو جمع کرنا۔

(iii) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مفتوحہ اراضی کو اُن کے سابقہ مالکان کی ملکیت میں برقرار رکھنا اور اُن سے خراج وصول کرنا تاکہ خراج سے آئندہ آنے والی نسلیں بھی فائدہ اُٹھائیں۔

تنبیہ : اُوپر ذکر کی ہوئی مثالیں یعنی مسلمان فوج کا مسلمان قیدیوں کو قتل کرنا اور میت کا پیٹ چاک کرنا اور اُن کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ اِن میں ذکر کردہ حکم تو بہر حال متفقہ ہیں پھر اِن کو مصالح مرسلہ کی مثال نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ مسائل واحکام تو واقعی متفقہ ہیں لیکن اِن کی وجہ مصالح مرسلہ ہونا نہیں بلکہ کچھ اور ضابطے ہیں اور اُن کو مصالح مرسلہ نہ ماننے سے یہ فرق پڑتا ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں بھی چونکہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء نکالے جاتے ہیں جس میں اُس انسان کے اکرام واحترام کی مخالفت ہے لہٰذا انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ بھی مرسلہ کے تحت نہیں آتا اور جائز نہیں بنتا۔ البتہ مذکورہ بالا مثالوں کے جواز کی وجوہات اور ہیں، جو یہ ہیں :

کافر فوج جب مسلمان قیدیوں کو اپنی ڈھال بنالے تو چونکہ کافروں سے جہاد کرنا اور لڑائی کرنا فرض ہے جو اُسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان قیدیوں کو نظر انداز کردیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمان فوج خاص مسلمان قیدیوں کو قتل کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ کافروں کو قتل کرنے کی نیت سے حملہ کرے اگرچہ اِس کی لپیٹ میں مسلمان قیدی بھی آجائیں۔ غرض اس کو اگر مصالح مرسلہ کی مثال بنائیں تو حقیقت یہ ہوگی کہ بہت سے مسلمانوں کی خاطر چند ایک مسلمانوں کو قصداً قتل کرنا جائز ہے جبکہ دوسری وجہ سے اِس کی حقیقت یہ ہوگی کہ جہاد کو جاری رکھنا فرض ہے جو مذکورہ حالت میں اُسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان کافروں پر حملہ کا قصد رکھیں اگرچہ مسلمان قیدی اس کی لپیٹ میں آکر ہلاک ہوجائیں، مسلمان قیدیوں کو قتل کرنے کا قصد نہ ہو۔

جنین کی خاطر حاملہ میت کا پیٹ چاک کرنا اور دوسرے کے مال کی خاطر میت کے پیٹ کو چاک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میت کے ساتھ دوسرے کا حق وابستہ ہوا ہے اور حقدار کو اُس کا حق دلانا ایک شرعی ضابطہ ہے۔

اِن مسائل کی جو توجیہ ہم نے ذکر کی ہے اِس کو سامنے رکھیں تو انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ اِن مسائل سے بہت مختلف ہے۔ متاثر اور مریض شخص کا نہ تو کسی تندرست یا میت کے اعضاء پر کوئی حق ہوتا ہے اور نہ ہی کسی فرض کی ادائیگی انسانی اعضاء کے لینے پر موقوف ہے۔

سابقہ بحث کا حاصل یہ ہے کہ دلائل کے اعتبار سے انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا عدم جواز ہی راجح ہے۔

2۔ صرف میت کے اعضاء لینے کا جواز :

دلیل :

وان كان يباح الدم كالحربى والمرتد فذكرالقاضى ان للمضطر قتله و اكله لان قتله مباح وهكذا قال اصحاب الشافعى لانه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع وان وجده ميتا ابيح اكله لان اكله مباح بعد قتله فكذلك بعد موته .

وان وجد معصوما ميتا لم يبح اكله فى قول اصحابنا . وقال الشافعى و بعض الحنفية يباح وهو اولى لان حرمة الحى اعظم . (المغنى ص۸۰ ج۱۱)

''مضطر یعنی جو حالتِ اضطرار میں ہو وہ اگر کسی حربی یا مرتد کو پائے جس کو قتل کرنا جائز ہوتا ہے تو قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مضطر کو اجازت ہے کہ وہ اُس کو قتل کردے اور اُس کا گوشت کھالے کیونکہ اُس کا قتل پہلے سے جائز ہے۔ یہی قول امام شافعیؒ کے دیگر اصحاب کا ہے، وجہ یہ ہے کہ حربی یا مرتد کو حرمت حاصل نہیں اور وہ شریعت کی نظر میں چوپائے کی مانند ہے۔ اور اگر مضطر حربی یا مرتد کے مردہ جسم کو پائے تو اُس کا گوشت کھا سکتا ہے کیونکہ وہ تو اُس کو قتل کر کے اُس کو کھا سکتا تھا تو اِسی طرح اُس کی موت کے بعد اُس کو کھا سکتا ہے۔

اور اگر مضطر کسی ایسے شخص کی لاش پائے جس کو قتل کرنا حرام ہو تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مضطر کیلیے اِس کا گوشت کھانا جائز نہیں جبکہ امام شافعیؒ اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اِسکا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور یہی قول اولیٰ ہے کیونکہ زندہ مضطر کا احترام مردہ سے زیادہ ہے''۔

جو شخص بھوک سے مضطر ہو اور مرنے کے قریب ہو جان بچانے کے لیے جب اُس کو مردہ آدمی کا گوشت کھانے کی اجازت ہے تو گردے یا دل یا جگر کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے جو مرنے کے قریب ہو اُس کے لیے مردہ آدمی کے اعضاء کا استعمال بھی جائز ہوگا۔

زندہ آدمی کے اعضاء لینے کی اجازت نہیں :

وان لم یجد الا آدمیا محقون الدم لم یبح له قتله بالاجماع ولا اتلاف عضو منه مسلما کان او کافرا لانه مثلة . (المغنی ص ۸۰ ج۱۱)

''اور اگر مضطر کسی ایسے زندہ شخص کو پائے مثلاً مسلمان کو یا ذمی کو جس کی جان کو احترام حاصل ہے تو مضطر بالاتفاق اُس کو قتل نہیں کر سکتا اور اُس کے کسی عضو کو تلف بھی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ مثلہ ہے''۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اضطرار میں بھی اِن حضرات کے نزدیک کسی زندہ کا عضو لینا جائز نہیں جبکہ دوسرے فقہاء نہ زندہ نہ مردہ کسی کا بھی عضو لینے کو جائز نہیں کہتے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کسی زندہ کا عضو لینے کی حرمت پر تمام فقہاء کا اتفاق و اجماع ہے۔

اگرچہ جواز اور عدم جواز دونوں کا قول مضطر کے بارے میں ہے لیکن اس قول کو لینے والے فقہاء کے مذکورہ بالا مسائل کو مندرجہ ذیل وجوہ سے ترجیح دیتے ہیں :

(i) انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا خاصا رواج ہو گیا ہے جس سے تحقق میں عرب و عجم کے بعض علماء کے فتوؤں کو دخل ہے اگرچہ وہ بذاتِ خود حجت نہیں اور اُن کے دلائل بھی بے وزن ہیں۔

(ii) سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ کسی میت کے اعضاء بڑی شائستگی کے ساتھ نکالے جاتے ہیں اور ضرورتمند کو لگائے جاتے ہیں۔ اہانت اور بے اکرامی اور ایذاء کا تصور نہیں ہوتا۔

اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''یہ شبہہ کہ انسان کے اجزاء کا استعمال ناجائز ہے اِس لیے وارد نہ ہونا چاہیے کہ استعمال کی جو صورت کہ مستلزم اہانت ہو وہ ناجائز ہے۔ اور جس میں اہانت نہ ہو تو بضرورت وہ استعمال بھی ناجائز نہیں''۔ (کفایت المفتی ص ۱۳۱ ج ۹)

(iii) طب کی ترقی کی وجہ سے اب ضرورت بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

مذکورہ بالا قول پر ہونے والے چند اعتراضات اور اُن کا جواب :

مذکورہ بالا عبارتوں میں حالتِ اضطرار میں مردہ آدمی کا گوشت کھانے کی اجازت دی گئی ہے، علاج کے طور پر انسانی اعضاء کے استعمال کی نہیں۔ اس لیے بعض حضرات نے اس پر چند اعتراض کیے ہیں۔ ذیل میں ہم اُن اعتراضات کو بھی اور اُن کے جواب کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

1۔ جان بچانے کے لیے حرام تک کھانا واجب ہے جبکہ علاج معالجہ بذاتِ خود واجب نہیں ہے بلکہ محض مستحب و مسنون ہے۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ علاج کرنا واجب نہیں ہے لیکن علاج کرنا ہو تو حلال علاج نہ ہونے کی صورت میں حرام کے استعمال کی اجازت ہے۔

2۔ ممکن ہے کہ جن فقہاء نے انسانی میت کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے اُس کی وجہ سے اُن کے نزدیک اضطرار اور کھانے کے وجوب کا مجموعہ ہو۔ اِس صورت میں اِس پر علاج معالجہ کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ انسانی میت کا گوشت بھی عام حالت میں حرام ہے اور اس کے مباح و حلال ہونے کی علت صرف اضطرار ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے **الا ما اضطررتم الیه** (مگر جبکہ تم اس کی

طرف لاچار ہو جاؤ)۔ علاوہ ازیں وجوب تو خود حکم ہے وہ علت یا جزوِ علت نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اضطرار کی حالت میں کھانے کی خاطر ہو یا علاج کرانے کی خاطر ہو، دونوں میں حرام مباح ہو جاتا ہے، البتہ کھانے میں وجوب ہونے کی وجہ سے اگر نہ کھائے گا تو گناہ گار ہوگا اور علاج میں استحباب ہونے کی وجہ سے اگر حرام کا استعمال نہ کرے گا تو گناہ گار نہ ہوگا۔

3۔ حرام کھانا تو موت کے دفعیہ کا قطعی ویقینی سبب ہے جبکہ یہ معالجات ظنی سبب ہیں یقینی نہیں۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ تداوی بالحرام یعنی حرام چیز کو بطور دوا استعمال کرنا مضطر اور غیر مضطر دونوں کے لیے جائز ہے۔

4۔ اعضاء کی پیوند کاری تداوی بالحرام میں شامل نہیں کیونکہ پچھلے فقہاء نے تداوی بالحرام میں انسانی اعضاء کے استعمال کو شمار نہیں کیا۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ پچھلے فقہاء کے دور میں موجودہ دور کی پیوند کاری کا کوئی تصور موجود نہ تھا اور کسی شے کے ذکر نہ ہونے کو اس شے کا معدوم ہونا لازم نہیں ہوتا۔

5۔ دل یا گردوں کے ناکارہ ہونے کی صورت میں خود اضطرار ثابت نہیں ہو جاتا بلکہ ایسے مریض بہت عرصہ تک زندہ رہتے ہیں۔

اِس کا جواب یہ کہ مثلاً جب گردے اور دل مکمل طور پر ناکارہ ہو جائیں اور مریض کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ تو مشینوں کی کارفرمائی ہے کہ مریض کم وبیش مدت گزار لیتا ہے، غرض اپنی حالت کے اعتبار سے وہ مضطر ہی ہوتا ہے۔ مشینوں پر سہارا کرنا خود ایک پُر مشقت کام ہے جو کسی وقت بھی غیر مفید ہو سکتا ہے۔

یہ قول بھی قابلِ اختیار نہیں :

اگرچہ فقہاء کے اختلاف کے ہوتے ہوئے اضطرار کی حالت میں محدود پیوند کاری کے اِس قول پر عمل کرنے کی بظاہر گنجائش نظر آتی ہے لیکن کچھ اور پہلو ایسے بھی ہیں جو اِس قول پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہیں، وہ یہ ہیں :

1۔ عدمِ جواز کے دلائل جو شروع میں ذکر ہوئے۔

2۔ بھوک کا ضطرار اول تو ویسے ہی نادر الوقع ہے پھر ایسی صورت کہ اضطرار کو دُور کرنے کے لیے انسان کے مردہ جسم کے علاوہ کوئی بھی حلال یا حرام شے نہ ملے انتہائی نادر ہے جبکہ اعضاء کی پیوندکاری کی ضرورت کثیر الوقوع اور دائمی ہے۔ایک انتہائی نادر بات کو بنیاد بنا کر بہت سے مردہ انسانوں کے تمام اعضائے رئیسہ کے نکالنے کو جائز کہا جائے ، یہ بات غیر معقول ہے۔

3۔ ضرورت مندوں کی تعداد حاصل شدہ اعضاء سے زیادہ ہونے پر اِس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ جو لوگ اپنے اعضاء کی وصیت نہ کریں گے یا جو لوگ اپنی میت کے اعضاء دینے پر راضی نہ ہوں گے تو دوسرے لوگ اُن کے طرزِ عمل کو برا سمجھیں گے حالانکہ ایک ایسے عمل نہ کرنے کو برا سمجھنا جو زیادہ سے زیادہ مستحب ہو، بدعت اور ناجائز ہے۔

4۔ دماغی موت اور حقیقی موت کے درمیان فرق ہوتا ہے۔حقیقی موت اُس وقت کہلاتی ہے جب دل اپنی حرکت چھوڑ بیٹھے ۔ پیوندکاری کے لیے اعضاء عام طور پر حقیقی موت سے پہلے محض دماغی موت طاری ہونے پر نکالے جاتے ہیں۔محدود جواز کے قول میں قوی اندیشہ ہے کہ اعضاء نکالنے والے جلد بازی کا مظاہرہ کریں اور دماغی موت پر ہی اعضاء نکالنے کی کوشش کریں حالانکہ دماغی موت کا فیصلہ کرنے میں بھی غلطی کا امکان ہوتا ہے۔

تنبیہ : اس مضمون سے اور انتقال خون کے مسئلہ سے ایک اُصولی بات یہ سامنے آتی ہے کہ اگر مریض کی جان کا خطرہ ہو یا سخت مجبوری ہو اور معطی کا کوئی جزو لینے سے اُس کی جسمانی ہیئت بدلتی اور بگڑتی نہ ہو تو اِس حد تک پیوندکاری کی گنجائش ہے مثلاً Needle Biopsy کے ذریعہ معطی کے جگر کے کچھ خلیے لے کر مریض کے جسم میں داخل کردیے جائیں جن میں پھر تقسیم در تقسیم کے عمل سے اضافہ ہو جائے ۔اسی طرح Needle Biopsy کے ذریعہ ہڈی کا گودا (Bone Marrow) حاصل کرکے مریض کے جسم میں داخل کرنا بھی جائز ہے۔